کرے۔ ہمارے خیال میں اس طرح کی پابندی عائد کرنا، نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ قاری کو اسکے جائز حق سے روکنا بھی ہے یہ پابندی تحقیق کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس سے عمل تحقیق متاثر ہوتا ہے۔

اگر یہ پابندی اس لیئے عائد کی گئی ہے کہ کوئی قاری یا محقق مؤلف کے جملوں، اور فقروں کو نقل کر کے اس پر تنقید نہ کر سکے تو یہ مؤلف کا خود پر عدم اعتماد ہے۔ ہاں اگر کوئی یہ لکھتا ہے کہ کتاب ہذا سے قابل حوالہ مواد مصنف کے نام کے بغیر نقل کرنا قانوناً جرم ہے تو ایسی پابندی یقیناً قابل فہم ہے کیونکہ اس تحریر کا مقصد، لوگوں کو سرقہ بازی سے روکنا ہے، جو بجا ضروری ہے۔ کیونکہ اب سرقہ بازی کا کلچر بھی عام ہوتا جارہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مؤلف کی کتاب سے معتد بہ مواد خواہ وہ مؤلف کے نام سے ہی کیوں نہ ہو، کاروباری منافع کی غرض سے نقل کر کے چھاپتا ہے تو بے شک یہ بھی جرم ہے۔ اور ایسے مجرموں کے خلاف بھی قانونی کاروائی ضروری ہے۔

نامرد کی منکوحہ اور اس کی عدت

سوال: جو آدمی حق زوجیت کی ادائیگی کے قابل نہ ہو، پھر خلع کے ذریعے رشتۂ ازدواج ختم ہو جائے تو کیا اس صورت میں بھی عورت کو عدت گزارنی پڑے گی۔

(مسعود احمد خان، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

جواب: ہرگز نہیں، عدت کس بات کی؟ جب مجامعت نہیں ہوئی، عدت کیسی؟ عدت کی دو حکمتیں ہیں۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ذریعے رحم کی حالت کا پتہ چلایا جاتا ہے کہ کہیں شکمہ یا مطلقہ حاملہ تو نہیں اور اس حقیقت کو جاننے کے لیئے "ثلاثۃ قروء" یعنی تین حیض کی عدت رکھی گئی ہے۔ اور بصورت حاملہ بھی عدت وضع حمل تک ممتد ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سب اس وقت ہوتا ہے کہ جب مقاربت کا عمل وقوع پذیر ہوا ہو۔ اور یہاں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ مرد جماع کی صلاحیت سے محروم تھا اس لیئے اس علیحدگی پر کوئی عدت نہیں کہ جسے مرد شمار میں لائے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

یاایھا الذین امنوا اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا. (الاحزاب۔۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں چھونے سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیئے ان عورتوں پر کوئی عدت نہیں کہ جسے تم شمار کرو۔

یہاں "تمسوھن" کے الفاظ بظاہر صحبت و مجامعت کے لیئے بطور کنایہ استعمال ہوئے ہیں مگر

یہ کنایہ صراحت معنوی سے مالا مال ہے۔ اور یہ قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں، حقیقت نفس الامری کو ویسے ہی بیان کر دیتا ہے کہ جیسے کوئی صراحت ہو۔ ایسے موقعوں کے لیئے یہ کہنا بالکل بجا ہے الاشارۃ ابلغ من العبارۃ. واضح رہے کہ مجامعت اور خلوت صحیحہ میں بڑا فرق ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ یہاں مجامعت کے مفہوم پر منطبق ہوئے ہیں نہ کہ خلوت صحیحہ کے مفہوم پر جیسا کہ اکثر سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ خلوت ہر حال میں صحبت کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ صحبت تو کجا فقط چھونے کو بھی مستلزم نہیں ہوتی۔ اس لیئے قرآن نے تمسوھن کی قید لگائی ہے نہ کہ خلوت کی۔ اور یہ کہ کسی نامرد کے کیلئے تو خلوت صحیحہ کا ہزار بار وقوع بھی، صحبت و مجامعت کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔ پھر ایسے میں استبرائے رحم کا کیا سوال کہ جسے جاننے کے لیئے عدت کا مرحلہ درپیش ہو۔

ہمارے نزدیک اس طرح کے معاملات (Cases) کی روک تھام کے لیئے قانون سازی کی ضرورت ہے میری رائے میں تو ایسے شوہروں کو کوئی نہ کوئی سزا ضرور ملنی چاہیئے کہ جو مردانہ صلاحت سے محرومی کے باوجود، کسی عورت سے شادی کر کے اسے شکمہ یا مطلقہ ہونے کی ذہنی اذیت میں مبتلا کرتے ہیں۔

بہر حال نفس مسئلہ پر مذکورہ بالا آیت بطور نص کے ہے۔ اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

نقطۂ نظر

رجم کی سزا

جسٹس ایس۔اے۔ربانی

سابق جج سندھ ہائی کورٹ اور فیڈرل شریعت کورٹ

علماء وفقہا کے تمام تحریر ورفتاواہ کے باوجود رجم کی سزا کی حیثیت کے بارے میں مسلمانوں میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ دلائل کا منطقی طور پر قابل قبول نہ ہونا ہے، زیادہ تر دلائل تو اس پر منحصر ہوتے ہیں کہ اس معاملے میں فقہاء اور اماموں نے کیا کہا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک آیت (الشیخ والشیخہ ...) نازل ہوئی تھی جس کے الفاظ بعد میں منسوخ کردئے گئے، لیکن اس کا حکم نافذ رہا۔ یہ بات صریحاً قرآن کی صداقت اور مکمل ہونے کی حقیقت کے خلاف ہے اور اسے مان لیا جائے تو یہ کہا ہی نہیں جاسکتا کہ اصل مکمل قرآن کیا ہے۔ ماضی میں کس نے کیا سمجھا ہے اور کیا کہا ہے، کسی بات کا حتمی ثبوت نہیں ہوسکتا۔ سوائے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور احکام کے۔

علماء یا اہل علم کا کام یہ ہے کہ مشکل اور پیچیدہ معاملات اور مسائل کو آسان کر کے لوگوں کے سامنے رکھیں تاکہ عام لوگ اسے سمجھ سکیں اور اسکا فائدہ اٹھا سکیں، لیکن شاید یہ نفسیاتی مسئلہ ہے کہ تمام فلسفی آسان کو مشکل اور پیچیدہ بنا کر پیش کرتے رہے ہیں۔ اہل علم کو شاید یہ لاشعوری خوف ہوتا ہے کہ اگر اس نے عام اور آسان بات کی تو لوگ اس کے علم پر شبہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ سزاؤں کو قرآن میں حدود کا نام نہیں دیا گیا ہے، حالانکہ حدود کا لفظ قرآن مجید میں کئی بار استعمال ہوا ہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کی نافذ کردہ سزائیں ہیں اور کسی کو بھی ان میں ردّ وبدل کا اختیار نہیں ہے۔ سورۃ النور کی آیت نمبر۲ میں حکم دیا گیا ہے کہ زانیہ اور زانی دونوں کو سو سو کوڑے مارو۔ یہاں پر رجم کی سزا کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں اس سزا کے موجود نہ ہونے کے باوجود یہ کہا گیا ہے کہ سو کوڑوں کی سزا غیر شادی شدہ لوگوں کے لئے ہے اور شادی شدہ مجرموں کے لئے سزا رجم ہے۔

اسکی دلیل کے لئے سنت اور حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا سنت اور حدیث قرآن میں تبدیلی یا اضافہ کرسکتی ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ اضافہ نہیں وضاحت ہے۔ اسکے لئے نماز

کی مثال دی گئی کہ اسکے طریقہ اور تفصیلات سنت وحدیث سے ملتے ہیں۔ یہ مثال مطمئن نہیں کرتی کیونکہ نماز کے بارے میں قرآن میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ نماز قائم کرو۔ اس حکم سے قدرتی طور پر سوال اٹھتا ہے کہ اسکا طریقہ کیا ہوگا۔ جس کا جواب سنت سے مل گیا۔ جبکہ زانیہ اور زانی کو سو سو کوڑے مارو، کے حکم سے ایسا کوئی سوال قدرتی طور پر نہیں پیدا ہوتا۔ یہ مکمل اور واضح حکم ہے اور یہ سورۃ النور آیت نمبر ۲ میں کہہ بھی دیا گیا ہے۔ نماز سنت کی وضاحت کے بغیر ادا کی ہی نہیں جاسکتی تھی مگر زانی کو سو کوڑے مارے جاسکتے تھے۔

رجم کی سزا کی حیثیت کے تعین کے لئے استدلال اس طرح کیا جاسکتا ہے، مسلمان ہونے کے لئے قرآن کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ مسلمانوں کو توراۃ پر ایمان لانا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ توراۃ اللہ تعالیٰ کے اقوال اور احکامات پر مشتمل کتاب ہے۔ ہم اس سے رجوع اس لئے نہیں کرتے کیونکہ اس میں تحریف ہوچکی ہے اور یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ اصل کیا ہے اور تحریف کیا ہے۔ یہودیوں کا جو مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اس میں رسول اللہ ﷺ نے رجم کی سزا دیتے وقت فرمایا: فانی احکم بمافی التوراۃ، میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جو توراۃ میں ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تصدیق کردی کہ یہ حکم توراۃ میں موجود ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمادی کہ رجم کا حکم توراۃ میں موجود ہے، تو اس حکم کی حیثیت یہ ہوگئی کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس کی نازل کردہ کتاب میں ہے اور اس کتاب پر ایمان لانا لازمی ہے۔ اس ایمان کے نتیجہ میں اس حکم پر عمل اتنا ہی ضروری ہے جتنا اس حکم پر جو سورۃ النور کی آیت نمبر۲ میں نازل ہوا ہے۔

دونوں احکام اللہ کے ہیں اور اس کی نازل کردہ کتابوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے اور دونوں پر ایمان ہمارے لئے لازمی ہے۔ اس لئے توراۃ میں دیا گیا رجم کا حکم سورۃ النور کی آیت نمبر:۲ میں دئے گئے حکم کے ساتھ نفاذ کے سلسلے میں پڑھا جائے گا، کیونکہ دونوں احکام ایک ہی موضوع کے متعلق ہیں۔

نوٹ: اگر کوئی صاحب علم ودانش اس موضوع پر اپنی رائے دینا چاہیں تو التفسیر کے صفحات اس بحث کیلئے حاضر ہیں۔ (ادارہ)